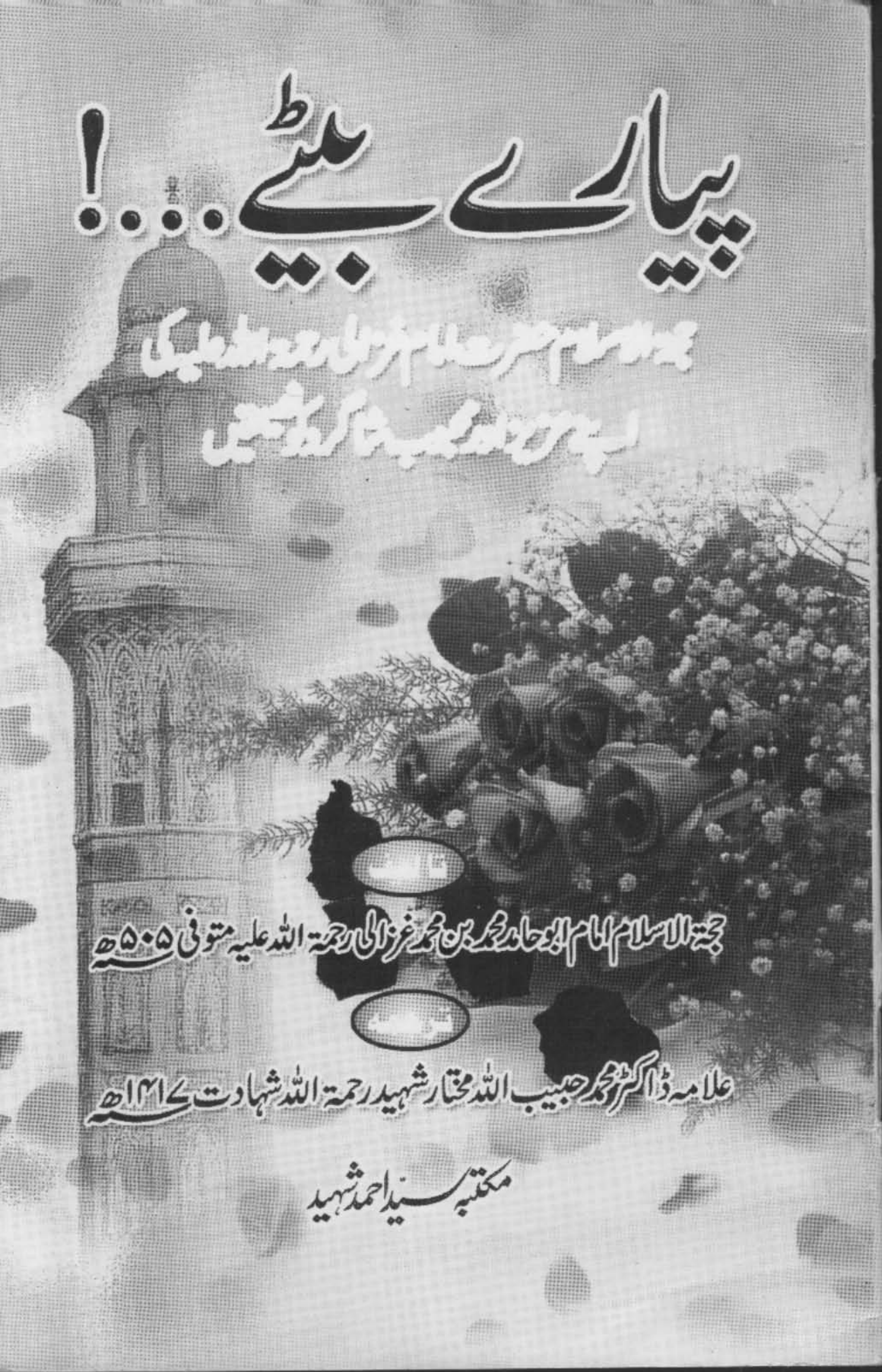

پیارے بیٹے...!

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی
اپنے ایک محبوب شاگرد کو نصیحتیں

تالیف

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۰۵ھ

ترجمہ

علامہ ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ شہادت ۱۴۱۷ھ

مکتبہ سید احمد شہید

ملنے کے پتے

مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا، ایبٹ آباد
اسلامی کتب خانہ کچہری روڈ، ایبٹ آباد
مکتبہ امدادیہ، ہری پور
مکتبہ حمادیہ، حضرو
دینی اسلامی کتب خانہ، مانسہرہ
مکتبہ صدیقہ، بٹگرام
مکتبہ علمیہ، اوگی
کتب خانہ رشیدیہ، چارسدہ
مکتبہ اسلامیہ، شیر گڑھ
مکتبہ رشیدیہ، منگورہ سوات
مکتبہ صدیقہ، منگورہ سوات
دینی کتب خانہ، تیمر گرہ
حافظ کتب خانہ، مردان
حسینیہ کتب خانہ، مردان

مکتبہ سبحانیہ، کوہاٹ
مکتبہ احیاء العلوم تخت نقرئی کرک
مکتبہ نعمانیہ، لکی مروت
مکتبہ رحمانیہ، میران شاہ
اسلامی کتب خانہ ڈیرہ اسماعیل خان
مکتبہ حبیبیہ، نورنگ
مکتبہ مدینہ، لاہور
ادارۃ الحرم، اردو بازار لاہور
مکتبہ الحسن، اردو بازار لاہور
عتیق اکیڈیمی، ملتان
مکتبہ عارفی، ستیانہ روڈ فیصل آباد
مکتبہ شہید الاسلام، لال مسجد اسلام آباد
مکتبہ فریدیہ F/7 اسلام آباد
مکتبہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

مکتبہ سید احمد شہیدؒ
بالمقابل دارالعلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک

مُقدّمہ

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاگرد جب آپ سے بہت سے قیمتی علوم حاصل کر چکا اور بہت سے اعلیٰ اخلاق سیکھ چکا تو ایک دن اسے یہ فکر لاحق ہوئی کہ میں نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ ان علوم کے حاصل کرنے میں صرف کر دیا اب مجھے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کل قیامت کے دن ان علوم میں سے کون سے علوم مجھے نفع دیں گے اور قبر میں میرے مونس اور دل بہلانے کا ذریعہ بنیں گے تا کہ میں ان کی طرف متوجہ ہوں اور کون سے نفع نہیں دیں گے تا کہ میں ان کو چھوڑ دوں اس لیے کہ حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے“ یہ فکر اس طالب علم کو مستقل لگ گئی اس نے حضرت امام غزالیؒ کو ایک خط لکھا اس کے جواب میں حضرت امام غزالیؒ نے اس کو جو نصیحتیں فرمائیں وہ پیش خدمت ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله رب العالمين والعاقبة للمتقين
والصلاة والسلام علىٰ نبيه سيدنا محمد وآله اجمعين.

ایک خط

ایک سمجھدار طالب علم نے حضرت زین الدین حجۃ الاسلام ابوحامد غزالی قَدَّسَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ کی خدمت شروع کی اور ان سے علمی استفادہ کرتا رہا، یہاں تک کہ علوم کی باریکیاں اس پر منکشف ہونا شروع ہو گئیں، اور اس نے نفس سے متعلق فضائل کی تکمیل کی، (یعنی اپنے نفس کو اعلیٰ اخلاق سے آراستہ کیا) پھر ایک دن اس نے اپنے بارے میں غور کیا اور اس کے دل میں یہ آیا کہ:

میں نے بہت سے علوم حاصل کر لیے اور اپنی جوانی کو علم کے سیکھنے اور حاصل کرنے میں خرچ کر دیا، اب مجھے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ علم کی کس قسم سے کل (قیامت میں) مجھے فائدہ حاصل ہوگا اور قبر میں وہ میرا مونس بنے گی، اور کونسا علم مجھے فائدہ نہیں پہنچائے گا تاکہ میں اسے چھوڑ دوں اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے اللہ میں آپ کے ذریعہ ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو مجھے فائدہ نہ پہنچائے۔ (اخرجہ الحاکم)

وہ اسی پر غور کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے شیخ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط استفتاء کی شکل میں لکھا اور ان سے کئی باتیں دریافت کیں اور ان سے نصیحت طلب کی اور دعا کی درخواست کی۔

کہتے ہیں اگرچہ حضرت امام غزالیؒ کی تصنیفات ''احیاء العلوم'' وغیرہ میرے سوالات کے جواب پر مشتمل ہیں لیکن میرا مقصد یہ تھا کہ شیخ میرے مطلوبہ سوالات کا جواب چند صفحات پر لکھ دیں جو ساری زندگی میرے ساتھ رہیں اور تمام عمر میں ان پر عمل

کرتا رہوں۔

چنانچہ ان کے سوالات کے جواب میں شیخ امام غزالیؒ نے یہ جواب لکھا۔ واللہ اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خط کے جواب کی ابتداء

پیارے عزیز بیٹے! اللہ تعالیٰ نیکیوں میں لگے رہنے کے ساتھ تمہیں طویل زندگی عطا فرمائے اور اپنے محبوبوں کے راستے پر چلائے، تم یہ جان لو کہ نصیحت کا منشور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی کان سے لکھا جاتا ہے اگر ان کی کوئی نصیحت تم تک پہنچ چکی ہے تو پھر تمہیں میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے اور اگر تمہیں ان کی قیمتی نصیحتوں میں سے کوئی نصیحت نہیں پہنچی تو پھر تم مجھے یہ بتلاؤ کہ تم نے گزرے ہوئے ان طویل سالوں میں کیا حاصل کیا؟!

پہلی نصیحت

بیٹا! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جو نصیحتیں فرمائی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی بندے سے اعراض کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی میں مشغول ہو (یعنی کسی ایسے کام میں مشغول ہو جس کا دنیا یا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں) اگر کسی شخص کی زندگی کی ایک گھڑی بھی ایسے کام میں خرچ ہوئی جس کے لیے اسے پیدا نہیں کیا گیا ہے تو وہ اس لائق ہے کہ اس گھڑی پر طویل ترین حسرت کا اظہار کرے۔ اور جو شخص چالیس سال کی عمر سے آگے بڑھ جائے اور اس کی خیر اس کے شر پر غالب نہ ہو تو اسے دوزخ کی تیاری کر لینی چاہیے، اہل علم کے لیے یہ بہت کافی وافی (مکمل) نصیحت ہے۔

(تشریح) واقعی اللہ تعالیٰ جن سے راضی ہوتا ہے ان کا وقت اچھے کاموں، عبادات، طاعات اور نیکیوں میں صرف ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جن سے محبت نہیں فرماتے ان کا وقت

لایعنی اور بے کار باتوں میں صرف ہوتا ہے اگر اس مختصر سی زندگی کی ایک گھڑی بھی لایعنی یا گناہ کے کام میں خرچ ہو جائے تو اس کی پھر کبھی تلافی نہیں ہو سکتی اسے ساری زندگی اس پر افسوس کرنا چاہیے، جس کی عمر چالیس سال سے تجاوز کر جائے اور وہ گناہوں سے نہ رکے اور نیکیوں میں نہ لگے تو یہ محرومی کی بات ہے زندگی کا بڑا حصہ گزر گیا لیکن اب تک اس کی اصلاح نہ ہوئی اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی وقت وہ دنیا سے رخصت ہو کر جہنم کا باسی بن جائے گا اس لیے اپنی عمر کو ضائع مت کیجیے اور زندگی کے لمحات کو غنیمت جانئے۔

دوسری نصیحت

بیٹا! یہ نصیحت بڑی آسان ہے البتہ اس کا قبول کرنا مشکل ہے، اس لیے کہ خواہشات کا اتباع کرنے والوں کے نزدیک یہ بہت کڑوی اور مشکل ہے اس لیے کہ ان کے دلوں کو گناہ اور ممنوع کاموں کا کرنا بہت پسند ہوتا ہے خاص طور سے وہ شخص جو رسمی اور ظاہری علم کا طالب ہو، اور نفس کے مقام اور دنیا کے مناقب و مرتبہ کے لیے پڑھنے میں مشغول ہو وہ یہ سمجھتا ہے کہ صرف علم کا پڑھ لینا اس کے لیے باعث نجات اور خلاصی کا ذریعہ بنے گا اور یہ کہ وہ عمل سے مستغنی ہے، یہ فلسفیوں کا عقیدہ ہے، سبحان اللہ العظیم! کیا اس علم کے طلب کرنے والے کو یہ معلوم نہیں کہ اگر اس نے اس علم کو حاصل کر کے اس پر عمل نہیں کیا تو اس کے خلاف اور مضبوط حجت و دلیل قائم ہو جائے گی جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے روز سب سے سخت عذاب اس عالم کو دیا جائے گا جسے اللہ تعالیٰ اس کے علم سے فائدہ نہ پہنچائے۔ اور مروی ہے کہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہ کے مرنے کے بعد ان کو کسی نے خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا اے ابوالقاسم! کیا ہوا؟ انہوں نے فرمایا پڑھی پڑھائی وہ تمام عبارتیں بے کار ہو گئیں اور وہ اشارات (یعنی علمی باریکیاں سب) ختم ہو گئے، ہمیں تو ان سے کچھ فائدہ نہ ہوا ہمیں صرف ان چند رکعات نے فائدہ پہنچایا جنہیں ہم رات کو تہجد کے وقت پڑھا کرتے تھے۔

(تشریح) واقعی اگر علم دنیا کے لیے ہو اور اس پر عمل نہ ہو تو وہ فائدہ پہنچانے کی

بجائے نقصان پہنچاتا اور مواخذہ کا ذریعہ بنتا ہے، اس کی وجہ سے انسان اپنے کو بڑا عالم اور متقی سمجھتا ہے حالانکہ یہ اس کے لیے وبال بن رہا ہے، ظاہری نام ونمود اور لوگوں کے احترام کرنے اور حضرت حضرت کہنے سے کچھ نہیں ہوتا، عمل، اخلاص اور للٰہیت نہ ہو تو سب بے کار ہے، اخلاص سے پڑھی ہوئی دو چار رکعات سے بیڑا پار ہو سکتا ہے لیکن عمل کے بغیر نہ علم کام دیتا ہے نہ تصنیفات وتالیفات اور بڑے القاب۔

تیسری نصیحت

بیٹا! تم اعمال کے سلسلے میں مفلس مت بننا اور قلبی کیفیات سے خالی نہ رہنا اور تم یہ یقین رکھو کہ صرف زبانی علم حاصل کرنا انسان کا ہاتھ نہیں پکڑتا، اس کی مثال بالکل یوں سمجھو کہ اگر جنگل میں کسی کے پاس دس ہزار ہندی تیز ترین تلواریں موجود ہوں اور ساتھ ہی اس کے پاس اور دوسرا اسلحہ بھی ہو اور وہ شخص بڑا بہادر اور جنگجو بھی ہو، جنگل میں اس پر کوئی ہیبت ناک بڑا وحشی درندہ حملہ کردے تو بتائیے آپ کا کیا خیال ہے کیا اس کا یہ اسلحہ اور تلواریں انہیں استعمال کئے بغیر اور ان سے اس درندے کو مارے بغیر اسے کوئی فائدہ پہنچائیں گی......؟ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اس درندے کو اس اسلحہ کو حرکت دے کر اور اس سے اسے مار کر ہی دور کیا جاسکتا ہے...... اسی طرح اگر کوئی شخص ایک ہزار علمی مسائل پڑھ لے اور انہیں سیکھ لے لیکن ان پر عمل نہ کرے تو کیا یہ اسے بغیر عمل کے کوئی فائدہ پہنچائیں گے۔

اس کی مثال یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص میں حرارت اور صفراوی بیماری ہو تو اس کا علاج سکنجبین اور کشکاب[1] سے کیا جائے گا اور شفاء ان کے استعمال کرنے سے ہی حاصل ہوگی۔

؎ کرمے دو ہزار رطل ہمی پیمائی   تا مے نخوری نباشدت شیدائی

(دو ہزار رطل بھی انگور اگر تول لو جب تک شراب نہیں پیو گے شیدائی نہیں بنو گے۔)

تم اگر سو سال بھی علم پڑھتے رہو اور ہزاروں کتابیں بھی جمع کرلو تب بھی عمل کے بغیر تم اللہ جل شانہ کی رحمت کے مستحق نہیں بن سکتے۔ ارشاد ربانی ہے:

---

[1] یا تو یہ کسی غذا کا نام ہے یا دواء کا، ممکن ہے اس سے مراد کشک ہو جو ایک کھانا ہوتا ہے جو موٹے ستو کو دودھ میں بھگو کر خمیر اٹھنے کے بعد پکایا جاتا ہے۔ مصباح اللغات

﴿وان لیس للانسان الا ماسعیٰ﴾ (النجم. ۵۳)

''اور انسان کو صرف اپنی ہی کمائی ملے گی''

اور فرمایا:

﴿فمن کان یرجو لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا﴾ (الکھف. ۱۱۰)

''سو جو کوئی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے، تو اُسے چاہیے کہ نیک کام کرتا رہے''

اور فرمایا:

﴿جزاء بما کانوا یکسبون﴾ (التوبه. ۸۲)

''ان کاموں کے بدلے میں جو وہ کرتے ہیں''

اور فرمایا:

﴿ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت کانت لھم جنّٰت الفردوس نزلاo خالدین فیھا لا یبغون عنھا حولاo﴾ (الکھف. ۱۰۷، ۱۰۸)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کیے ان کی مہمانی کے لیے فردوس کے باغ ہوں گے ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے (اور) نہ وہ ان سے کہیں نکلنا چاہیں گے''

اور فرمایا:

﴿الا من تاب واٰمن وعمل عملا صالحا﴾ (الفرقان. ۷۰)

''مگر ہاں جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرتا رہے''

اور تم اس حدیث کے بارے میں کیا کہو گے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے: لا اله الا الله محمد رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گواہی دینا، نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور جو بیت اللہ جانے کی استطاعت وطاقت رکھتا ہو اس کے ذمہ حج کرنا'' (رواہ البخاری ومسلم والترمذی)

نیز ''ایمان زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور اعضاء سے عمل کرنے کا نام ہے

(رواہ الطبرانی قال ابن الجوزی ھو موضوع)

اعمال (کے ضروری ہونے) کی بے شمار دلیلیں اور نمونے ہیں، بندہ اگر چہ اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے جنت میں جائے گا لیکن اس وقت جب اس کی عبادت اور طاعت میں مستعد رہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اچھے کام کرنے والوں کے قریب ہوتی ہے۔ بعض حضرات نے اگر چہ یہ بھی کہا ہے کہ انسان صرف ایمان قبول کرنے پر بھی جنت میں پہنچے گا، ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے لیکن جنت میں کب اور کتنے عرصے کے بعد پہنچے گا؟ اور جنت تک پہنچنے کے لیے کتنی سخت گھاٹیوں کو طے کرے گا؟!

ان گھاٹیوں میں سب سے پہلی گھاٹی ایمان کی گھاٹی ہے، اور یہ کہ کیا وہ اس سے محفوظ رہے گا کہ اس کا ایمان سلب ہو جائے یا نہیں؟ اور جب پہنچے گا تو کیا مفلس اور ناکام ہو گا؟

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرمائیں گے اے میرے بندو میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ اور جنت کو اپنے اعمال کے حساب سے تقسیم کر لو۔ (اس سے بھی معلوم ہوا کہ جنت اعمال کے اعتبار سے حصہ میں آئے گی۔)

(تشریح) اصل چیز عمل ہے، سن سن کر انسان سن ہو جاتا ہے، اگر عمل نہ کرے تو بجائے فائدہ کے اور نقصان اٹھاتا ہے، عمل کرنا مشکل کام ہے لیکن اس وقت جب شیطان کا بندہ بنے اور اگر اللہ کا بندہ بن جائے اور اس سے توفیق طلب کرے تو عمل کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے، علم پڑھ کر بھی اس پر عمل کرنا اصل علم اور اسی کا ثمرہ ہے، اصل مفلس وہ ہے جو اعمال سے خالی ہو، دشمن کو صرف ہتھیار کے نام سے نہیں بلکہ انہیں استعمال کر کے ہی ختم کیا جاتا ہے، اسی طرح نفس امارہ اور شیطان کو علم کے زیور اور عمل کے اسلحہ سے ختم کیا جاتا ہے، اسی طرح جو بیماری جس دواء کے استعمال سے ختم ہوتی ہے اس کے لیے اسی دوا کو استعمال کرنا پڑتا ہے ورنہ مریض ٹھیک نہیں ہوتا اسی طرح گناہوں کا اثر اعمال صالحہ سے ختم ہوتا ہے اور جنت عمل سے ملتی ہے اور عمل کی توفیق فضل خداوندی سے حاصل ہوتی ہے۔

چوتھی نصیحت

بیٹا! تم جب تک عمل نہیں کرو گے تمہیں اجر وثواب نہیں ملے گا، لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے ستر سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، اللہ تعالیٰ نے اس کی حالت فرشتوں پر ظاہر کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجا جس نے اسے یہ خبر دی کہ وہ اتنی عبادت کرنے کے باوجود جنت میں داخل ہونے کے لائق نہیں، فرشتے نے جب اسے یہ خبر پہنچائی تو اس عابد نے کہا ہمیں تو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے لہٰذا ہمیں اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہنا چاہیے فرشتہ جب واپس پہنچا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے معبود آپ مجھ سے زیادہ اس بندے کی بات کو جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اُس نے ہماری عبادت سے اعراض نہیں کیا تو ہم بڑے کریم ہیں ہم اپنے کرم کے ساتھ اس سے اعراض نہیں کریں گے، میرے فرشتو! تم اس بات کے گواہ بن جاؤ کہ میں نے اس کی مغفرت کر دی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم اپنے نفس کا محاسبہ کر لو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے، اور تم اپنے اعمال کو تولو اس سے پہلے کہ تمہارا وزن کیا جائے (الحدیث من کلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ولیس حدیثا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ جد و جہد کے بغیر منزل مقصود تک پہنچ جائے گا تو وہ خالی خولی امید قائم کرنے والا ہے، اور جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ کوشش کر کے منزل مقصود تک پہنچ جائے گا تو وہ مستغنی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا بغیر عمل کے جنت طلب کرنا گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ اور فرمایا حقیقت پسندی کی علامت یہ ہے کہ عمل پر نظر رکھے نہ یہ کہ عمل چھوڑ دے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو اپنی خواہشات کی پیروی کرے اور

اللہ تعالیٰ سے لمبی چوڑی امیدیں وابستہ رکھے (رواہ الترمذی وابن ماجہ واحمد)

(تشریح) عمل سے ہی دنیا بنتی ہے اور جنت بھی، اور موت کے آنے اور اعمال کے وزن ہونے سے پہلے اپنا اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہنا اور اپنے اعمال کو تولتے رہنا چاہیے، اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جیسے دنیا میں محنت کوشش اور جدوجہد کے بغیر انسان منزل مقصود تک نہیں پہنچتا اسی طرح آخرت کے لیے بھی محنت اور جدوجہد کرنی پڑتی ہے، آدمی نیک اعمال نہ کرے اور پھر جنت کی توقع رکھے یہ بھی بڑا گناہ ہے، عقلمندی اور حقیقت پسندی کی علامت یہ ہے کہ آدمی اعمال صالحہ میں مشغول رہے اور اپنا محاسبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور جنت کے داخلہ کی امید رکھے اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہو۔

پانچویں نصیحت

بیٹا! تم نے کتنی ایسی راتیں گزاریں ہیں جن میں سبق یاد کرنے اور کتابوں کا مطالعہ کرنے کی وجہ سے نیند کو تم نے اپنے اوپر حرام کرلیا! مجھے معلوم نہیں ہے کہ اس کا باعث کیا تھا؟

اگر اس کا باعث دنیاوی مال واسباب کا حاصل کرنا اور اس کی فنا ہونے والی چیزوں کو کمانا اور دنیاوی منصب کا حاصل کرنا اور اپنے ساتھیوں اور اپنے جیسوں پر فخر ومباہات کا اختیار کرنا تھا تو تمہارے لیے ہلاکت وبربادی ہو اور پھر تباہی در تباہی ہو۔

اور اگر مقصد یہ تھا تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو زندہ کرو اور اپنے اخلاق کو درست کرو اور اپنے نفس کی کمر توڑ دو جو برائیوں کا بہت زیادہ حکم دینے والا ہے تو تمہارے لیے بڑی خوش خبری اور مبارکباد ہے پھر تمہارے لیے سعادت اور مبارکبادی کی بات ہے اور مندرجہ ذیل شاعر نے بالکل سچ کہا ہے۔

سَهَرُ الْعُيُوْنِ لِغَيْرِ وَجْهِکَ ضَائِعٌ   وَبُكَاؤُهُنَّ لِغَيْرِ فَقْدِکَ بَاطِلٌ

آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے آنکھوں کا جاگنا بے کار اور ضائع ہے اور ان کا آپ کے گم کرنے کے علاوہ کسی اور پر رونا باطل اور لغو ہے۔

(تشریح) واقعی انسان کیسا ناسمجھ ہے کہ امتحان میں وقتی کامیابی، دنیاوی عزت

ومرتبہ اور روپیہ پیسے کے لیے راتوں کو جاگ کر گزار دیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور اس کے انعامات کا مستحق بننے کے لیے اسے فجر کے لیے اٹھنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے، اگر انسان اپنی نیت کی اصلاح کر لے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے علم حاصل کرے اور اس کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کرنے کے لیے اپنا وقت قربان کرے تو یہ خوش نصیبی اور سعادت کی علامت ہے ورنہ پھر بے وقوفی اور ناسمجھی کی دلیل ہے۔

چھٹی نصیحت

بیٹا! تم جتنا چاہو زندہ رہو لیکن بہر حال تمہیں ایک دن مرنا ہے اور تم جس سے چاہو، محبت کر لو لیکن تمہیں اسے بہر حال ایک دن چھوڑنا ہے اور تم جو چاہے کام کرو تمہیں اس کا بدلہ ضرور دیا جائے گا۔

(تشریح) اگر آدمی اس حقیقت کو اپنے ذہن میں بٹھالے اور اس پر یقین کر لے کہ دنیا میں کتنی ہی عمر مل جائے بہر حال یہاں سے رخصت ہو کر آخرت کی طرف جانا ہے اور دنیا اور اس میں جو ہے سب کو پس پشت ڈال کر چھوڑ کر جانا ہے اور جو کرے گا اور جیسا کرے گا اسے اس کا بدلہ ضرور ملے گا تو اس کی وجہ سے انسان بہت سے گناہوں سے بچ سکتا ہے اور دنیا اور اس کی فانی چیزوں کی محبت کے دام سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔

ساتویں نصیحت

بیٹا! علم کلام، فقہ، طب، اشعار، کتابیں، علم نجوم، علم العروض، نحو صرف وغیرہ پڑھ کر تمہیں کیا فائدہ حاصل ہوا سوائے اس کے کہ تم نے اپنی عمر باری تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت میں ضائع کر دی، میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں لکھا دیکھا ہے فرمایا مردہ کو جب پلنگ پر رکھا جاتا ہے اس وقت سے لے کر قبر کے کنارے تک پہنچانے تک اللہ تعالیٰ اس سے چالیس سوال کرتے ہیں فرماتے ہیں میرے بندے تم نے بندوں کے سامنے اپنے منظر و مظہر کو سالوں صاف ستھرا بنایا لیکن میرے سامنے اپنے منظر کو ایک گھڑی

بھی صاف ستھرا نہیں بنایا، روزانہ تمہارے دل میں دیکھا جاتا ہے، فرمایا تم میرے غیر سے کیا حاصل کرو گے یہ نہیں دیکھتے کہ تم میری خیر و بھلائی میں گھرے ہوئے ہو لیکن تم بہرے بنے ہوئے ہو کچھ سنتے ہی نہیں ہو۔

(تشریح) واقعی انسان بڑا کمزور، ناسمجھ اور بے وقوف ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مستفید ہونے کے باوجود گناہوں نافرمانیوں اور معصیت میں لگا رہتا ہے۔ اسے یہ یاد نہیں رہتا کہ اسے فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا ہے اسے اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہونا ہے، تم لوگوں کے سامنے کس طرح صاف ستھرے اور باوقار بن کر جاتے ہو لیکن ظالم اپنے خالق و مالک کے سامنے جانے کی کوئی تیاری نہیں کرتے وہاں جانے اور اس کے سامنے پیش ہونے کے لیے کوئی صفائی ستھرائی کا اہتمام اور فکر نہیں جبکہ ہر وقت اس کے انعامات میں گھرے ہوئے ہو اور اس کی نعمتوں سے مستفید ہوتے ہو لیکن پھر بھی اندھے بہرے بن کر اس طرح وقت گزارتے ہو جیسے مرنا یا اس کے دربار میں پیش ہونا ہی نہیں ہے؟!

آٹھویں نصیحت

بیٹا! علم بغیر عمل کے جنون و پاگل پن ہے، اور علم کے بغیر عمل ہو نہیں سکتا، اور تم یہ بھی جان لو کہ علم تمہیں ایک دن کے لیے بھی گناہوں سے دور نہیں کرے گا اور نہ کسی نیکی پر آمادہ کرے گا اور نہ کل تمہیں دوزخ کی آگ سے دور کرے گا اور اگر تم نے آج عمل نہیں کیا اور گزرے ہوئے ایام کا تدارک اور تلافی نہیں کی تو کل قیامت کے روز تم یہ کہو گے:

﴿فارجعنا نعمل صالحا﴾ (السجدة. ١٢)

”تو (اے ہمارے رب) تو ہم کو پھر (دنیا میں) بھیج دے ہم نیک کام کیا کریں گے“

تم سے کہا جائے گا اے احمق تم کس کے پاس جاؤ گے۔

(تشریح) تمہیں دنیا میں جو وقت اور مہلت اور زندگی ملی تھی اور تم کو اس دنیاوی

زندگی میں رہ کر جو نیک اعمال کی دعوت دی گئی تھی تم نے اس سے کیا فائدہ اٹھایا؟ کیا نیک کام کیے؟ اور آخرت کے گھر کو کتنا آباد کیا؟ تمہارے علم نے یہاں تمہیں کیا فائدہ پہنچایا اگر علم عمل کا ذریعہ نہ بنے تو یہ وبال ہے اس کے ذریعہ خود اگر اپنی آخرت بنانے کی فکر نہ کی جائے تو سوائے رسوائی ذلت اور تباہی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

نویں نصیحت

بیٹا! تم روح کو باہمت، نفس کو شکست خوردہ اور بدن کو مردہ بناؤ اس لیے کہ قبر تمہارا ٹھکانا ہے اور قبرستان والے ہر ہر گھڑی تمہارا انتظار کر رہے ہیں کہ تم ان کے پاس کب پہنچو گے؟؟ خیال کرنا اس سے بچنا کہ تم ان کے پاس بغیر توشہ کے پہنچو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (انسانوں کے) جسم پرندوں کے پنجرے اور جانوروں کے اصطبل ہیں (یعنی ان جسموں میں جو روحیں ہیں وہ یا تو جنت کے اعلیٰ مقامات کی طرف پرواز کرنے والے پرندے ہیں یا دوزخ میں جانے والے جانور ہیں) لہٰذا تم اپنے طور پر یہ غور کرلو کہ تم ان میں سے کونسے ہو، اگر تم اوپر والے پرندوں میں سے ہو تو تم جب طبل کی آواز سنو گے (یعنی مَلَکُ الموت کہے گا):

﴿ارجعی الی ربک﴾ (الفجر. ۲۷)

"اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل"

تو اوپر کی جانب پرواز کر کے جنت کے اعلیٰ مقام تک پہنچ جاؤ گے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: حضرت سعد بن معاذ کے انتقال پر اللہ جل شانہ کا عرش حرکت میں آگیا۔

اللہ تعالیٰ اس سے بچائے کہ تم جانوروں میں سے بنو جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے۔

﴿اولئک کالانعام بل هم اضل﴾ (الاعراف. ۱۷۹)

"یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر بے راہ ہیں"

لہٰذا تم اس سے بے خطر نہ رہو کہ تمہیں دنیاوی گھر سے دوزخ کے گڑھے کی طرف

منتقل کیا جائے۔

لکھا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو پینے کے لیے ٹھنڈا پانی دیا گیا، انہوں نے پیالہ جب ہاتھ میں پکڑا تو بے ہوش ہو گئے اور پیالہ ان کے ہاتھ سے گر گیا پھر جب افاقہ ہوا تو کسی نے ان سے پوچھا اے ابوسعید! (حضرت حسن کی کنیت ہے) آپ کو کیا ہوا تھا؟ فرمایا مجھے دوزخیوں کی تمنا یاد آ گئی جب وہ جنت والوں سے کہیں گے:

﴿افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم اللہ﴾ (الاعراف. ۵۰)

”ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے“

(تشریح) اللہ والے دنیا میں اپنے نفس کو عبادت وریاضت کے ذریعہ کمزور بنا کر قابو میں رکھتے ہیں اور قبر کے لیے توشہ تیار کرتے رہتے ہیں اور ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جب موت آئے تو ان کی روح خوش خوش جسم سے پرواز کرے اور یہ جنت کا باغ بننے والی قبر میں پہنچیں اور تباہی اور ہلاکت وبربادی سے بچیں اور دنیا کی عیش وعشرت میں ایسے مست نہیں ہوتے کہ اللہ تعالیٰ اور روز آخرت کو بھول جائیں اور دنیا اور نفس کے غلام بن جائیں۔

دسویں نصیحت

بیٹا! اگر صرف علم ہی تمہارے لیے کافی ہوتا اور اس کے علاوہ عمل کی تمہیں ضرورت نہ ہوتی تو پھر یہ پکار کہ کوئی سوال کرنے والا ہے؟ کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے؟ کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ یہ بے فائدہ اور بے سود ہو جائے گی، روایت میں آتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ بڑے اچھے آدمی ہیں اگر وہ تہجد کی نماز پڑھتے ہوتے۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب سے فرمایا فلانے! رات کو زیادہ مت سونا اس لیے کہ رات کو زیادہ سونا ایسے شخص کو قیامت کے روز فقیر بنا دیتا ہے۔

(تشریح) عمل کے بغیر علم بے فائدہ اور بے کار ہوتا ہے، علم عمل کا مطالبہ کرتا ہے، اور

خوش نصیب علم پڑھ کر اس پر عمل کرتے اور اللہ کو راضی کرتے ہیں اور دنیا میں محنت و مشقت اس لیے برداشت کرتے ہیں تا کہ قبر اور اس کے بعد آنے والی زندگی سنور جائے اور اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں۔

گیارہویں نصیحت

بیٹا!.....[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین آوازوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں: مرغے کی آواز، قرآن کریم تلاوت کرنے والے کی آواز، اور سحری کے وقت استغفار کرنے والوں کی آواز۔

اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا کو پیدا فرمایا ہے جو سحری کے وقت چلتی ہے اور ذکر و استغفار کو جبار بادشاہ کے پاس پہنچاتی ہے، اور فرمایا کہ جب رات کی ابتداء ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک پکارنے والا اعلان کرتا ہے سن لو عَابِدِیْن (عبادت کرنے والے) کھڑے ہو جائیں تو وہ کھڑے ہوتے ہیں اور نماز میں اس وقت تک مشغول رہتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں، پھر آدھی رات کے وقت ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے قَانِتِیْن (یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے) کھڑے ہو جائیں چنانچہ وہ کھڑے ہوتے ہیں اور سحری تک نماز پڑھتے ہیں، سحری کے وقت ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے مُسْتَغْفِرِیْنَ (استغفار کرنے والے) کھڑے ہو جائیں چنانچہ وہ کھڑے ہوتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں، پھر جب صبح طلوع ہوتی ہے تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے غافل کھڑے ہو جائیں لہٰذا غافل لوگ اپنے بستروں سے اس طرح اٹھتے ہیں جیسے کہ مُردوں کو ان کی قبروں سے اٹھایا گیا ہو (یعنی کاہل اور سست ہو کر اٹھتے ہیں)

---

[1] نوٹ: یہاں کچھ عبارت ہے جو عام فہم نہیں اس لیے اس کا ترجمہ حذف کر دیا گیا وہ یہ ہے: ﴿ومن الليل فتهجد به﴾ امر، ﴿وبالاسحارهم يستغفرون﴾ شکر ﴿والمستغفرين بالاسحار﴾ ذکر،

(تشریح) انسان کو تہجد اور سحری کے وقت توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا چاہیے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا طریقہ ہے اور ان کی عادت ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کو سحری کے وقت توبہ واستغفار کرنے والوں کی آواز بہت پسند ہے، اس لیے آپ ان میں سے بنیے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے جو اس کے ذکر وفکر اور توبہ واستغفار میں لگے رہتے ہیں اور اپنی روح اور جسم کو جلا بخشتے اور زندوں میں شامل رکھتے ہیں۔

بارھویں نصیحت

بیٹا! حضرت لقمان حکیم کی وصیتوں میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا: بیٹا! مرغے کو تم سے زیادہ عقلمند اور چالاک نہیں ہونا چاہیے کہ وہ تو سحری کے وقت اذان دے اور تم پڑے سوتے رہو۔ کسی نے یہ بڑے عمدہ اشعار کہے ہیں ؎

لَقَدْ هَتَفَتْ فِیْ جُنْحِ لَیْلٍ حَمَامَةٌ   عَلٰی فَنَنٍ وَهُنَا وَاِنِّیْ لَنَائِمٌ

رات کے حصہ میں کبوتری نے ایک ٹہنی پر رونا شروع کر دیا اور میں پڑا سو رہا تھا۔

کَذَبْتُ وَبَیْتِ اللّٰہِ لَوْ کُنْتُ عَاشِقًا   لَمَا سَبَقَتْنِیْ بِالْبُکَاءِ الْحَمَائِمُ

میں نے جھوٹ کہا خدا کے گھر کی قسم میں اگر عاشق ہوتا تو کبوتریاں رونے میں مجھ پر سبقت نہ لے جاتیں۔

وَاَزْعَمُ اَنِّیْ هَائِمٌ ذُوْ صَبَابَةٍ   لِرَبِّیْ فَلَا أَبْکِیْ وَتَبْکِیْ الْبَهَائِمُ

میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں اپنے پروردگار کا سرگرداں عاشق ہوں، عجیب بات ہے کہ میں تو روتا نہیں اور درندے روتے ہیں۔

(تشریح) بڑی پیاری بات ہے اور عقلمند کے لیے تازیانۂ عبرت ہے کہ ظالم تجھ سے تو یہ جانور زیادہ اچھا ہے کہ اس وقت جاگ کر سونے اور خواب غفلت میں پڑے رہنے والوں کو جگاتا ہے، اے انسان کیا تو اس سے بھی گیا گزرا ہے؟! واقعی اگر تم انسان ہوتے، اپنے پروردگار سے محبت رکھنے والے ہوتے تو اپنے عقلمند ہونے کا ثبوت پیش کرتے اور

حیوانوں سے زیادہ گرے ہوئے نہ بنتے۔

تیرھویں نصیحت

بیٹا! علم کا خلاصہ یہ ہے کہ تم یہ جان لو کہ عبادت اور طاعت کیا ہے؟ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ عبادت وطاعت یہ ہے کہ قول اور فعل کے ذریعہ صاحب شریعت (یعنی اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کی جائے، احکامات کے سلسلہ میں بھی اور ممنوعات کے سلسلہ میں بھی، یعنی آپ جو بات کہیں یا جو کام کریں یا جس چیز کو چھوڑیں وہ شریعت کی اتباع اور پیروی میں ہو جیسے آپ عید یا ایام تشریق کے روزے رکھیں گے تو آپ گناہ گار ہوں گے یا اگر کسی غصب کیے ہوئے (یعنی کسی سے ناجائز طور پر چھینے ہوئے) کپڑے میں نماز پڑھیں گے تو آپ خواہ عبادت کی صورت تو بنالیں گے لیکن بہرحال آپ گناہ گار ہوں گے۔

(تشریح) ہر شخص کو اس حقیقت کو سمجھنا اور جاننا چاہیے اور قول وفعل اور نشست وبرخاست ہر چیز میں شریعت کی پیروی کرنا چاہیے اور یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ عبادت بھی اگر شریعت کے خلاف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے برخلاف ہوگی تو وہ بھی گناہ اور معصیت بن جائے گی اور صرف ظاہری شکل وصورت سے کچھ نہیں ہوتا ظاہر کے ساتھ باطن کی بھی اصلاح کرنی چاہیے۔

چودھویں نصیحت

بیٹا! تمہیں چاہیے کہ تمہارا قول وفعل شریعت کے موافق ہو اس لیے کہ شریعت کی اتباع کے بغیر جو علم وعمل ہوتا ہے وہ گمراہی ہوتا ہے۔ ……[1]

اور تم یہ جان لو کہ آزاد زبان اور غفلت وشہوات سے بھرا ہوا دل بدبختی اور شقاوت کی

---

[1] نوٹ یہاں کچھ عبارت ہے جو عام فہم نہیں اس لیے اس کا ترجمہ حذف کردیا گیا وہ یہ ہے:

وینبغی لک ان لا تغتر بالشطح وطامات الصوفیة لان سلوک هذا الطریق لایکون الا بالمجاهدة وقطع شهوة النفس وقتل هواها بسیف الریاضة لا بالطامات والترهات.

علامت ہے جب تک کہ نفس کو سچے مجاہدے کے ذریعہ قتل نہ کیا جائے اس وقت تک آپ کا دل معرفت کے انوار سے آباد نہیں ہو سکتا۔

اور تم یہ جان لو کہ تمہارے بعض وہ مسائل جن کے بارے میں تم نے مجھ سے سوال کیا ہے ان کا جواب کتابت، تحریر اور قول کے ذریعہ نہیں دیا جا سکتا، تم اگر اس حالت کو پہنچ گئے (جس حالت سے متعلق وہ سوالات ہیں) تو تم یہ جان لو گے کہ ان کی حقیقت کیا ہے؟ ورنہ ان کا پہچاننا ناممکنات میں سے ہے اس لیے کہ وہ ذوقی باتیں ہیں اور جو چیز ذوق سے تعلق رکھتی ہے اسے زبان سے نہیں بتایا جا سکتا جیسے میٹھی چیز کی شیرینی اور کڑوی چیز کی کڑواہٹ کو اسے چکھ کر ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔

ایک حکایت ہے کہ ایک نامرد نے اپنے ایک ساتھی کو لکھا کہ مجھے یہ سمجھا دو کہ جماع کی لذت کیا ہوتی ہے؟ اور یہ کام کیسے ہوتا ہے؟ اس نے جواب میں لکھا فلانے! میں تو تمہیں صرف نامرد ہی سمجھتا تھا لیکن اب یہ معلوم ہوا کہ تم نامرد ہونے کے ساتھ ساتھ احمق بھی ہو اس لیے کہ اس لذت کا تعلق اسے چکھنے سے ہے تم جب اس کام کو کرو گے تو اسے پہچان لو گے ورنہ اس کو تحریر یا قول کے ذریعے نہیں پہچان سکتے۔

(تشریح) واقعی اللہ تعالیٰ اگر توفیق عطا نہ فرمائیں تو سیدھے راستہ پر چلنا بڑا مشکل کام ہے، اس کے لیے بڑے پاپڑ بیلنا اور بہت مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے اور اگر اپنے دل کو انوارات ربانیہ سے آباد کرنا ہے تو نفس کو قابو کرنا پڑے گا، گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا ہوگی، غفلت اور بے فکری، زبان کو قابو میں نہ کرنا اور خواہشات کے درپے ہونا بد بختی کی علامت ہے۔ جو چیز عمل سے معلوم ہوتی ہے اسے عمل کے ذریعہ ہی معلوم کیا جا سکتا ہے لہٰذا تم ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھو اور اس کے لیے اپنے نفس کو زیر کرو اور مجاہدے کے ذریعے اسے اپنا غلام بناؤ۔

پندرہویں نصیحت

بیٹا! تمہارے بعض مسائل اس طرح کے ہیں جیسے ہم نے اوپر ذکر کیا اور بعض وہ

مسائل جن کا جواب دیا جا سکتا ہے، ان کا جواب ہم ''احیاء العلوم'' وغیرہ کتابوں میں دے چکے ہیں اور اس کے کچھ حصے کو ہم یہاں بیان کرتے اور اس کی طرف اشارہ کیے دیتے ہیں لہٰذا سنو:

دین کے راستے پر چلنے والے کے لیے چار امور کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ ایسا صحیح اعتقاد جس میں کسی قسم کی بدعت وغیرہ کا دخل نہ ہو۔

۲۔ ایسی سچی پکی توبہ جس کے بعد پھر گناہ کی طرف رجوع نہ کرے۔

۳۔ جن کا حق آ رہا ہو ان کو راضی کر لینا تاکہ انسان پر کسی کا حق باقی نہ رہے۔

۴۔ شریعت کا اتنا علم حاصل کرنا جس کے ذریعہ سے تم اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے احکامات ادا کر سکو اور آخرت سے متعلق اتنا علم حاصل کر لیا ہو جس کے ذریعہ نجات حاصل ہو جائے۔ (حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد) حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے چار سو (۴۰۰) استادوں کی خدمت کی تھی انہوں نے فرمایا کہ میں نے چار ہزار (۴۰۰۰) احادیث پڑھیں اودان میں سے ایک حدیث کو منتخب کر کے (اسی کو ہر وقت اپنے سامنے رکھا اور اپنا مطمح نظر بنا لیا) اس پر عمل کیا اور اس کے علاوہ باقی سب کو مطمح نظر نہیں بنایا اس لیے کہ میں نے جب اس حدیث پر غور کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ میری نجات اور جان کی خلاصی اسی میں ہے اور اگلوں اور پچھلوں کا علم اس میں مندرج تھا اس لیے میں نے اس پر اکتفاء کر لی، اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم دنیا کے لیے اتنا کرو جتنا تمہیں اس میں ٹھہرنا ہے اور آخرت کے لیے اس قدر محنت کرو جتنا وہاں باقی رہنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے اسی قدر کرو جتنی تمہیں اللہ تعالیٰ کی حاجت اور ضرورت ہے اور آگ میں لے جانے والے اعمال اتنے کرو جتنی آگ پر تم صبر کر سکو اور اسے برداشت کر سکو۔

(تشریح) واقعی بڑی کام کی نصیحت ہے ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے اعتقاد کو درست رکھے، سچی توبہ کرے، حقدار کا حق دے اور اتنا علم حاصل کرے جس کے ذریعے نجات

حاصل کر سکے، واقعی دنیا مسافر خانہ ہے اس کے لیے اتنا جمع کرنا چاہیے جتنی یہاں کے لیے ضرورت ہو اور آخرت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹھہرنے کی جگہ ہے اس لیے وہاں کے لیے اسی قدر محنت کرنا چاہیے، اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی ہر ہر لمحہ اور ہر آن ضرورت ہے اس لیے اسے ہر وقت راضی رکھنا اور اس کو خوش کرنے والے کام کرتے رہنا چاہئیں اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے جہنم کی آگ میں جلنا ہوگا کیا اس پر ہم صبر کر سکتے ہیں؟! تو پھر یہ بداعمالیاں کیسی؟!

سولہویں نصیحت

بیٹا! تم نے جب یہ حدیث پہچان لی اور اسے سمجھ لیا تو اب تمہیں زیادہ علم کی ضرورت نہیں، اور تم ایک اور حکایت پر غور کرو جو یہ ہے: حضرت حاتم اصمؒ حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے تھے ایک روز حضرت شقیق نے ان سے پوچھا کہ تم میرے ساتھ تیس سال رہے ہو اس عرصہ میں تم نے مجھ سے کیا حاصل کیا؟ حضرت حاتم نے کہا میں نے علم کے آٹھ فائدے حاصل کیے ہیں جو میرے لیے بہت کافی ہیں اس لیے کہ مجھے یہ امید ہے کہ وہ میری نجات اور جان کی خلاصی کے لیے کافی ہو جائیں گے۔

حضرت شقیق نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ حضرت حاتم اصمؒ نے فرمایا سنئے:

ا۔ میں نے مخلوق پر غور کیا تو میں نے یہ دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک کا کوئی نہ کوئی معشوق یا محبوب ہے جس سے وہ عشق و محبت کرتا ہے، ان محبوبوں میں سے بعض اس کے ساتھ مرض الموت تک رہتے ہیں اور بعض قبر تک ساتھ جاتے ہیں پھر وہ سب کے سب اسے اکیلا و تنہا بے یار و مددگار چھوڑ کر واپس آ جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ اس کی قبر میں نہیں جاتا، میں نے اس پر غور کیا اور سوچا کہ انسان کا سب سے اچھا محبوب وہ ہے جو اس کے ساتھ اس کی قبر میں جائے اور اس کو وہاں مانوس کرے، ایسا محبوب مجھے سوائے اعمال صالحہ کے اور کوئی نہیں ملا، چنانچہ میں نے اعمال صالحہ کو ہی اپنا محبوب بنا لیا تا کہ وہ میری قبر میں روشنی کا کام دیں اور وہاں مجھے اُنس بہم پہنچائیں اور مجھے

تن تنہا اور اکیلا نہ چھوڑیں۔

۲۔ میں نے مخلوق کو دیکھا کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور نفس کی آرزوئیں پوری کرنے میں جلدی کرتے ہیں چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مبارک پر غور کیا:

﴿واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوىٰ فان الجنة هى الماوىٰ﴾ (النازعات. ۴۰، ۴۱)

''اور جو کوئی ڈرا ہوگا اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا تو ایسے کا ٹھکانہ جنت ہی ہے''

اور میں نے یہ یقین جانا کہ قرآن کریم برحق اور سچا ہے اس لیے میں نے اپنے نفس کی مخالفت کرنے میں جلدی کی اور خوب مجاہدہ کیا اور اسے میں نے خواہشات سے مستفید ہونے کا موقع نہیں دیا یہاں تک کہ وہ اللہ جل شانہ کی اطاعت پر راضی اور میرا فرمانبردار بن گیا۔

۳۔ میں نے دیکھا کہ ہر شخص دنیا کی فانی چیزیں جمع کرنے میں مست ہے اور اس پر قبضہ کر کے بیٹھ جاتا ہے اس لیے میں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مبارک پر غور کیا:

﴿ماعندکم ینفد وماعندالله باق﴾ (النحل. ۹۶)

''جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے''

اور میں نے دنیا کی ساری جدوجہد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے محنت کرنے پر خرچ کردی اور دنیا کے مال و دولت کو غرباء اور مساکین پر تقسیم کر دیا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنے۔

۴۔ میں نے بعض لوگوں کو یہ دیکھا کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی عزت وتکریم قوم اور قبیلہ کی کثرت میں ہے اور اس کی وجہ سے وہ دھوکے میں پڑ گئے، بعض نے یہ سمجھا کہ عزت مال واولاد کی کثرت میں ہے انہوں نے اس پر فخر شروع کر دیا، بعض نے یہ سمجھا کہ عزت وشرف لوگوں کا مال غصب کرنے، ان پر ظلم کرنے اور ان کا خون بہانے میں ہے، اور بعض نے یہ سمجھا کہ عزت اس میں ہے کہ مال کو برباد کیا جائے اور اس میں اسراف وتبذیر (یعنی

فضول خرچی) سے کام لیا جائے اور میں نے اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان مبارک پر غور کیا:

﴿ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم﴾ (الحجرات. ۱۳)

''اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا (معزز اور شریف) وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو''

اور میں نے تقویٰ کو اختیار کیا اور یہ یقین رکھا کہ قرآن کریم برحق اور سچا ہے اور دوسرے تمام لوگوں کا خیال اور گمان باطل اور زائل ہونے والا ہے۔

۵۔ میں نے دیکھا کہ لوگ ایک دوسرے کی مذمت اور غیبت کرتے ہیں تو میں نے اس کا سبب مال وجاہ اور علم میں حسد کو پایا لہٰذا میں نے فرمانِ الٰہی ذیل پر غور کیا:

﴿نحن قسمنا بينهم معيشتهم فى الحيوٰة الدنيا﴾ (الزخرف. ۴۳)

''ہم نے تو ان کے درمیان اُن کی دنیاوی زندگی (تک) میں ان کی روزی تقسیم کر رکھی ہے''

اور میں نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقسیم ازل میں ہی کر دی تھی لہٰذا میں نے کسی پر حسد نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم اور فیصلہ پر راضی ہو گیا۔

٦۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے کسی سبب یا غرض کی وجہ سے دشمنی کرتے ہیں تو میں نے اس فرمان الٰہی پر غور کیا:

﴿ان الشيطان لكم عدو فاتخذوه عدوا﴾ (فاطر. ٦)

''بے شک (یہ) شیطان تمہارا دشمن ہے، سو اسے دشمن ہی سمجھتے رہو''

تو میں نے یہ جان لیا کہ شیطان کے علاوہ کسی سے عداوت رکھنا جائز نہیں ہے۔

۷۔ میں نے دیکھا کہ ہر شخص روزی اور پیسہ کمانے میں خوب جدوجہد اور محنت کر رہا ہے اور اس کی وجہ سے مشتبہات اور حرام تک میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اپنے نفس کو ذلیل کرتا اور اپنے مرتبہ کو گھٹاتا ہے لہٰذا میں نے اس فرمان الٰہی پر غور کیا:

﴿وما من دابة فى الارض الا على الله رزقها﴾ (هود. ٦)

''اور کوئی جاندار زمین پر ایسا نہیں کہ اللہ کے ذمہ اس کا رزق نہ ہو''

اور میں نے یہ جان لیا کہ میرا رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہی اس کا ذمہ دار ہے لہٰذا میں اس کی عبادت میں مشغول ہوگیا اور اس کے سوا (ہر ایک) سے میں نے اپنی (امید اور) طمع کو ختم کر دیا۔

۸۔ میں نے دیکھا کہ ہر شخص مخلوق میں سے کسی نہ کسی پر بھروسہ کیے ہوئے ہے، بعض نے روپیہ پیسہ درہم ودینار پر بھروسہ کیا ہوا ہے اور بعض نے عزت وجاہ اور حکومت پر اور بعض نے حرفت اور صناعت (مختلف پیشوں اور کاریگریوں) پر اور بعض نے اپنی جیسی مخلوق پر تو میں نے اس فرمانِ الٰہی پر غور کیا:

﴿ومن يتوكل على الله فهو حسبه ان الله بالغ امره قد جعل الله لكل شيء قدرا﴾ (الطلاق. ۳)

''اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے گا اللہ اس کے لیے کافی ہے، اللہ اپنا کام بہرحال پورا کر کے رہتا ہے، اللہ نے ہر شئے کا ایک انداز مقرر کر رکھا ہے''

لہٰذا میں نے صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کیا وہی میرے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر ان سے فرمایا-- اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق عطا فرمائے-- میں نے تورات، انجیل، زبور اور قرآن کریم پر غور کیا تو انہیں سب کو ان آٹھوں فوائد پر گھومتے ہوئے دیکھا، لہٰذا جو ان پر عمل کرے گا وہ ان چاروں کتابوں پر عمل کرنے والا ہوگا۔

(تشریح) کتنے سمجھدار طالب علم اور شاگرد تھے کہ کیسا نچوڑ نکالا اور کیسی اہم باتیں حاصل کیں کہ استاد بھی اس پر داد دے رہے ہیں اور چاروں آسمانی کتابوں کا نچوڑ بتا رہے ہیں، لہٰذا آپ بھی انہیں غور سے پڑھیے اور ان پر عمل کیجیے اور اپنی دنیا وآخرت کو بنائیے۔

سترھویں نصیحت

بیٹا! تم نے ان دونوں حکایتوں سے یہ جان لیا کہ تمہیں زیادہ علم بڑھانے کی

ضرورت نہیں، اب میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سیدھے برحق راستے پر چلنے والے کے لیے کیا ضروری ہے:

لہٰذا تم یہ جان لو کہ سالک (یعنی سیدھے برحق راستے پر چلنے والے) کے لیے ایک ایسا مربی، مرشد اور شیخ ہونا چاہیے جو اسے اپنی تربیت کے ذریعہ برے اخلاق سے نکال کر ان کی جگہ اس میں اچھے اخلاق پیدا کرے، تربیت کا کام اس کاشتکار کے کام کے مشابہ ہے جو کھیتی کے درمیان سے کانٹے کاٹتا اور فالتو ادھر اُدھر کی گھاس پھوس کو دور کرتا ہے تاکہ اس کی پیداوار اچھی اور کھیتی بھرپور ہو۔ سالک کے لیے ایک ایسا شخص ہونا چاہیے جو اسے اللہ تعالیٰ کے راستے بتلائے اور آداب سے روشناس کرائے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنا راستہ بتلانے کے لیے رسول بھیجے، جب اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو ان کی جگہ خلفاء راشدین نے لے لی تاکہ اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف رہنمائی کریں۔

جو شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اس کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ عالم ہو[1]

لیکن یہ یاد رکھیے کہ ہر عالم خلیفہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، میں اب مختصر طور پر اس کی بعض نشانیاں اور علامات بتلادوں گا تاکہ ہر شخص یہ دعویٰ نہ کرے کہ میں مرشد ہوں، لہٰذا میں کہتا ہوں: کہ وہ شخص جو دنیا کی محبت اور حب جاہ (یعنی اپنے نفس کی عزت اور مرتبہ کی خواہش) سے اعراض کرنے والا ہو اور اس نے ایسے شخص کی اتباع کی ہو جو بصیرت رکھتا ہو۔ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل اتباع کرتا ہو، اور کم کھانا، کم گفتگو اور کم سونے کے ساتھ ساتھ نفس کی اچھی طرح ریاضت کرتا ہو اور نماز کثرت سے پڑھتا ہو، کثرت سے صدقہ خیرات کرتا ہو اور روزے رکھتا ہو، اور صاحب بصیرت شیخ کی

---

[1] لیکن عالم ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس نے باقاعدہ ان تمام علوم کو تفصیل سے سیکھا ہو جو علماء کرام مدرسوں میں سیکھتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس نے کم از کم اپنی زندگی کے ہر موڑ سے متعلق احکامات خداوندی کو علماء سے سیکھ لیا ہو۔ واللہ اعلم

اتباع کی وجہ سے اس نے عمدہ اخلاق کو اپنے لیے سیرت وراستہ بنالیا ہو اور یہ اوصاف اپنے اندر پیدا کیے ہوں: صبر، نماز، شکرِ خداوندی، توکل، یقین، قناعت پسندی، طمانیتِ نفس (یعنی نفس کا مطمئنہ بن جانا) حلم، تواضع، علم، سچائی، حیاء، وفاداری، وقار، سکون واطمینان سے کام کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ایسا مرشد شیخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوارات سے نور حاصل کرنے والا اور خوش نصیب ہے اور وہ اس قابل ہے کہ اس کی اقتداء وپیروی کی جائے البتہ ایسے اوصاف کے حامل شخص کا پایا جانا کبریت احمر[1] کے ملنے سے زیادہ نادر اور مشکل ہے اور خوش نصیبی اگر کسی کی مددگار بن جائے اور وہ ہمارے بیان کردہ اوصاف کے حامل شیخ کو پالے اور شیخ اس کو قبول کرلے تو اسے ان کا ظاہری وباطنی دونوں طور سے احترام کرنا چاہیے۔

ظاہری احترام یہ ہے کہ ان کے ساتھ جھگڑے نہیں اور خود ان کی غلطی پر مطلع بھی ہوجائے تب بھی ان کے سامنے کسی بات میں حجت ودلیل پیش نہ کرے۔

باطنی احترام سے یہ مراد ہے کہ ان سے جو بات ظاہری طور سے سنے اور قبول کرے باطنی اور اندرونی طور پر اس پر نکیر نہ کرے نہ زبانی طور سے نہ فعلی طور پر تاکہ منافقت کا شکار اور اس سے متصف نہ بنے اور اگر ایسا نہ کرسکے تو ان کی صحبت سے کنارہ کش ہوجائے یہاں تک کہ اس کا باطن ظاہر کے موافق ہوجائے اور برے لوگوں کی رفاقت وصحبت سے احتراز کرے تاکہ انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کا اس کے دل سے قبضہ کم ہوجائے اور شیطنت کے گند سے محفوظ رہے اور مالداری پر فقر کو ترجیح دے۔..........[2]

پھر تم نے مجھ سے عبودیت کے بارے میں دریافت کیا ہے جو تین چیزوں کا نام ہے:

---

[1] "کبریت احمر" لال گندھک کو کہتے ہیں جو بہت ہی کمیاب ہے اس لیے کسی نایاب اور کمیاب چیز کو بھی کبریت احمر کہہ دیا جاتا ہے۔ [2] نوٹ: یہاں کچھ عبارت ہے جو عام فہم نہیں اس لیے اس کا ترجمہ حذف کردیا گیا وہ یہ ہے: ثم اعلم ان التصوف له خصلتان الاستقامة والسكون عن الخلق فمن استقام واحسن خلقه للناس وعاملهم بالحلم فهو صوفي، والاستقامة ان يفدى حظ نفسه لنفسه، وحسن الخلق مع الناس ان لاتحمل الناس على مراد النفس بل تحمل نفسك على مرادهم مالم يخالفوا الشرع.

عبودیت

۱۔ شریعت کے احکامات کی حفاظت و پابندی۔

۲۔ تقدیر اور فیصلۂ خداوندی اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی تقسیم پر راضی رہنا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کو حاصل کرنے کے لیے اپنے نفس کی خوشنودی حاصل کرنے کو چھوڑنا۔

توکُّل

اور تم نے مجھ سے توکُّل کے بارے میں سوال کیا ہے جو اس کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا ہے اس کے بارے میں تم اپنے عقیدے کو مضبوط رکھو یعنی تم یہ اعتقاد رکھو کہ جو تمہارے مقدر میں ہے ہر صورت میں تمہیں ملے گا خواہ تم سے اسے پھیرنے کے لیے تمام عالم اپنی پوری طاقت کیوں نہ صرف کر لے اور یہ کہ جو تمہارے مقدر میں نہیں وہ تمہیں ہرگز ہرگز نہیں ملے گا خواہ تمام عالم تمہارا معاون و مددگار کیوں نہ ہو۔

اخلاص

اور تم نے مجھ سے اخلاص کے بارے میں دریافت کیا ہے جو اس بات کا نام ہے کہ تمہارے تمام اعمال اللہ جل شانہ کی رضا کے لیے ہوں اور لوگوں کی تعریف سے تمہارے دل کو خوشی نہ ہو اور نہ ان کی مذمت کی تمہیں کوئی پرواہ ہو۔

ریاکاری کا سبب اور اس کا علاج

اور تم یہ جان لو کہ ریاء مخلوق کی تعظیم کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ تم انہیں قدرتِ الٰہیہ کا مسخر دیکھو اور تم ان کو راحت یا تکلیف پہنچانے کی قدرت نہ رکھنے میں جمادات (پتھر وغیرہ) کی طرح سمجھو تا کہ ریاکاری سے بچ سکو تم جب انہیں قدرت

وارادہ والا سمجھو گے تو ریاکاری تم سے ہرگز دور نہیں ہوگی۔

(تشریح) سالک اور طالب حق کو سچا پکا مخلص اور صحیح مرشد اور شیخ تلاش کرنا چاہیے تاکہ اس کی اتباع کر کے اپنے برے اور گندے اوصاف دور کر سکے اور اس شیخ کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرے جس سے فیض کا حصول مشکل ہو جائے، نہ اسے خدا کا درجہ دے کہ اس کی عبادت کرنے لگ جائے بلکہ اس کو نائب رسول (ا) سمجھ کر خیر کے کاموں اور سنت کے مطابق امور میں اس کی پیروی کرے۔

اٹھارہویں نصیحت

بیٹا! تمہارے باقی ماندہ مسائل بعض میری تصنیف کردہ کتابوں میں لکھے مل جائیں گے لہٰذا انہیں وہاں دیکھ لینا اور بعض ایسے ہیں جنہیں ضبط تحریر میں لانا حرام ہے، تم جو جانتے ہو اس پر عمل شروع کر دو تاکہ تم جو نہیں جانتے وہ بھی تمہارے سامنے آشکارا ہو جائے۔

(تشریح) علماء کی کتابیں اور خاص کر ایسی کتابیں جو تہذیب نفس سے تعلق رکھتی ہیں انہیں مطالعہ کرنا چاہیے اور اوصاف رذیلہ دور کرنے کی کوشش اور اوصاف حمیدہ پیدا کرنے کے لیے جدوجہد کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو برے کاموں سے بچنے اور نیک کاموں میں لگنے کی توفیق عطا فرمائے۔

انیسویں نصیحت

بیٹا! آج کے بعد تم کو جو چیز بھی مشکل معلوم ہو اسے دل کی زبان سے پوچھنا (یعنی اپنے دل سے سوال کرنا اور استاد سے سوال کرنے میں جلدی نہ کرنا جیسے کہ آگے ذکر کی جانے والی آیات میں اس طرف اشارہ ہے۔)

(روایتوں میں آتا ہے کہ بنی تمیم کا ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان کے اندر تشریف رکھتے تھے، ان لوگوں نے باہر ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا شروع کر دیا وہ بھی صرف نام لے کر اس پر یہ آیت

مبارکہ نازل ہوئی:)

﴿ان الذين ينادونك من وراء الحجرات اكثرهم لايعقلون ○ ولو انهم صبروا حتى تخرج اليهم لكان خيرا لهم والله غفور رحيم ○﴾ (الحجرات. ۵)

"بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر عقل سے کام نہیں لیتے، اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس باہر آ جاتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور اللہ بڑا مغفرت والا بڑا رحم والا ہے۔" (اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ استاد اور مرشد سے سوال کرنے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے)

اور حضرت خضر علیہ السلام کی نصیحت قبول کرو جب انہوں نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام سے) ارشاد فرمایا (جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ان کی شاگردی اختیار کی تھی)

﴿فلا تسالني عن شيء حتى اُحدث لك منه ذكرا﴾ (الكهف. ۷۰)

"اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کیجیے گا جب تک کہ میں خود ہی اس کے ذکر کی ابتداء نہ کر دوں"

اور سوال کرنے میں جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ تم اس (سوال کی حقیقت) تک نہ پہنچ جاؤ، یا یہ کہ وہ (سوال پوری طرح) کھل کر تمہارے سامنے نہ آ جائے اور تم اسے دیکھ لو۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿ساريكم اٰياتي فلاتستعجلون﴾ (الانبياء. ۳۷)

"ہم عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھا دیں گے سو تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ"

اور وقت سے پہلے سوال نہ کرنا اور تم یہ یقین رکھنا کہ "سیر" یعنی چلنے اور جد و جہد کیے بغیر مقصد تک نہیں پہنچ سکتے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اولم يسيروا في الارض فينظروا﴾ (الروم. ۹، الفاطر. ۴۴)

’’کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ یہ دیکھتے......‘‘

(تشریح) جلد بازی نقصان پہنچاتی ہے اسی طرح سوال کرنے میں جلدی کرنا بھی بے وقوفی کی علامت ہے، لہٰذا عمل کیجیے اور خوب غور وفکر سے کام لیجیے اور جو جانتے ہیں ان پر عمل کرتے رہیے اور اگر کسی کو مقتدیٰ بنایا ہے تو اس کو تکلیف نہ پہنچایئے اس کی بات مانیے اور بقدر ضرورت سوال پر اکتفاء کیجیے۔

بیسویں نصیحت

بیٹا! بخدا تم اگر محنت کرو گے اور اس راستے پر چلو گے تو ہر جگہ ہر منزل میں عجائبات کا مشاہدہ کرو گے اس لیے کہ اس کام کی اساس اور بنیاد ہے جان کھپانا۔............[1]

(تشریح) محنت اور جد وجہد کرنے والا منزل مقصود اور مطلوب کو پا لیتا ہے اور راہِ حق کا متلاشی اس کے لیے ہر طرح کی تکلیف برداشت کرتا اور ذاتِ باری تک پہنچ کر اس کی معرفت کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے، اور جو جس قدر مجاہدہ کرتا ہے اسی قدر آگے بڑھتا ہے اور اس کا پھل پاتا ہے۔

اکیسویں نصیحت

بیٹا! میں تمہیں آٹھ چیزوں کی نصیحت کرتا ہوں تم انہیں میری طرف سے قبول کرو تاکہ قیامت کے روز تمہارا علم تمہارے خلاف حجت ودلیل اور جھگڑا کرنے والا نہ بنے ان میں سے چار پر تم عمل کرنا اور چار کو چھوڑ دینا، **جن چار کو چھوڑنا ہے وہ یہ ہیں:**

ا۔ جہاں تک ہو سکے کسی مسئلہ میں کسی سے مناظرہ مت کرنا اس لیے کہ اس میں بہت سی آفتیں ہوتی ہیں اور اس کا گناہ اور نقصان نفع سے زیادہ بڑا ہے اس لیے کہ یہ ہر بری خصلت کی جڑ ہے جیسے کہ ریاکاری، حسد، کبر وبڑائی، کینہ، عداوت اور فخر ومباہات

---

[1] یہاں ایک عبارت ہے، جس کا ترجمہ عام فہم نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا وہ یہ ہے: کما قال ذوالنون المصری رحمہ اللہ تعالٰی لاحد من تلامذتہ: ان قدرت علٰی بذل الروح فتعال والا فلا تشتغل بترہات الصوفیۃ".

وغیرہ، ہاں اگر تمہارے اور کسی شخص یا قوم کے درمیان کوئی مسئلہ درپیش آ جائے اور تمہارا مقصد یہ ہو کہ تم حق کا اظہار کرو نہ کہ حق کو ضائع کرو تو پھر بحث کر سکتے ہو لیکن اس ارادے کی (کہ تم واقعی حق کے اظہار کے لیے بحث کر رہے ہو یا نہیں) دو علامتیں ہوتی ہیں:

پہلی علامت: تم اس میں کوئی تفریق نہ کرو کہ حق خواہ تمہاری زبانی ظاہر ہو یا تمہارے علاوہ کسی اور کی زبان سے۔

دوسری علامت یہ کہ: تنہائی میں بحث ومباحثہ ہونا تمہیں اس سے زیادہ پسند ہو کہ بحث کھلم کھلا مجمع میں سب کے سامنے ہو۔

اور تم یہ سمجھ لو کہ مشکلات کے بارے میں سوال کرنا ایسا ہے جیسے دل کی بیماری کا طبیب کے سامنے پیش کرنا اور ان مشکلات کا جواب دینا یہ اس بیماری کی اصلاح کی سعی اور کوشش ہے۔

تم یہ بھی یاد رکھو کہ جاہلوں کے دل مریض ہوتے ہیں اور علماء طبیب ومعالج ہیں اور ناقص عالم صحیح اور اچھا علاج نہیں کر سکتا اور عالمِ کامل ہر مریض کا علاج نہیں کرتا بلکہ اُس کا علاج کرتا ہے جس میں علاج قبول کرنے اور تندرست ہونے کی صلاحیت دیکھتا ہے، بیماری اگر پرانی ہو یا لاعلاج ہو تو اسے دوادارو سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ایسی صورت میں طبیب کی مہارت کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ یہ کہہ دے کہ اس کا علاج نہیں ہو سکتا لہٰذا اس کا علاج کر کے اپنی عمر برباد مت کرو۔

تم یہ بھی جان لو کہ جہالت کے مرض کی چار قسمیں ہیں ان میں سے ایک قسم علاج کو قبول کرتی ہے اور باقی ماندہ تین قسمیں لاعلاج ہیں، جو تین لاعلاج ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ جس شخص کا سوال واعتراض حسد وبغض کی وجہ سے ہو، ایسے شخص کو آپ جو بھی عمدہ سے عمدہ واضح اور فصیح وبلیغ جواب دیں گے اس سے اس کی تشفی ہونے کے بجائے اس کا بغض وحسد اور عداوت اور بڑھے گی۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ تم اس کے جواب دینے میں مشغول ہی مت ہو۔ شاعر کہتا ہے ۔

کل العداوۃ قد ترجی ازالتھا الا عداوۃ من عاداک عن حسد

ہر عداوت کے زائل ہونے کی امید ہو سکتی ہے، سوائے اس شخص کی عداوت کے جو تم سے حسد کی وجہ سے عداوت رکھے۔

لہٰذا تم ایسے شخص سے اعراض کرو اور اس کو اس کے مرض میں گرفتار چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فأعرض عمن تولّٰی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوٰة الدنیا﴾ (النجم. ۲۹)

"تو آپ اس کی طرف سے خیال ہی ہٹا لیجیے جو بے پروائی اختیار کیے ہوئے ہے ہماری نصیحت کی طرف سے اور اس کا کوئی مقصود ہی نہیں بجز دنیوی زندگی کے"

حاسد شخص اپنے ہر قول و فعل کے ذریعہ اپنے علم کی کھیتی میں آگ اور بھڑکاتا ہے اور حسد نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے:

۲۔ جس کا سبب حماقت ہو یہ بھی لاعلاج مرض ہے جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) مردوں کے زندہ کرنے سے عاجز نہیں آیا البتہ احمق کا علاج کرنے سے عاجز ہو گیا۔

ایسا آدمی وہ ہوتا ہے جو بہت تھوڑی مدت علم حاصل کرتا ہے اور علوم عقلیہ اور علوم نقلیہ کا بہت تھوڑا علم حاصل کرتا ہے، اور اپنی حماقت کی وجہ سے ایسے بڑے عالم پر اعتراض کرتا اور ان سے سوال کرتا ہے جنہوں نے اپنی تمام زندگی علوم عقلیہ اور نقلیہ کے حاصل کرنے میں صرف کر دی، اس احمق کو پتا نہیں ہوتا اور (اپنی حماقت سے) یہ سمجھتا ہے کہ جو چیز اس کے لیے باعث اشکال بنی ہے وہ اس بڑے عالم کے لیے بھی باعث اشکال بنی ہو گی اور ان کے لیے بھی مشکل ہو گی، جب اسے اتنی بات بھی معلوم نہیں ہوتی تو اس کا سوال حماقت پر مبنی ہوتا ہے لہٰذا اس کا جواب دینے میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔

۳۔ ایسا شخص جو رُشد و ہدایت کا طالب تو ہو اور اکابر کی جو بات سمجھ میں نہ آئے اسے اپنی سمجھ کے قصور پر محمول کرے اور اس کا سوال استفادہ کی غرض سے ہو لیکن وہ بیوقوف ہو اور جن چیزوں کے بارے میں سوال کر رہا ہے ان چیزوں کی حقیقتوں کو سمجھ نہ سکتا

ہو، اس لیے اس کے جواب دینے کی طرف بھی توجہ نہ کرنا چاہیے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم انبیاء (کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی جماعت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق گفتگو کریں۔

۴۔ جو مرض قابل علاج ہے وہ یہ ہے کہ یہ شخص طالب رشد وہدایت ہو، عقل منداور سمجھدار ہو، حسد، غصہ کا مارا اور حب جاہ ومال اور شہوات کا شکار نہ ہو اور سیدھے راستے پر چلنے کا طالب ہو اور اس کا سوال کرنا اور اعتراض کرنا حسد کے طور پر اور عالم کو پریشان کرنے اور اس کی غلطی نکالنے یا امتحان لینے کے لیے نہ ہو تو ایسا شخص قابل علاج ہوتا ہے، ایسے شخص کے سوال کا جواب دینا مناسب بلکہ ایسے شخص کے سوال کا جواب دینا واجب ہے۔

۲۔ دوسری چیز جو قابل ترک ہے وہ یہ ہے کہ تم اس بات سے بچو کہ تم واعظ ونصیحت کرنے والے بنو اس لیے کہ اس میں بہت سی آفات کا شکار ہونے کا ڈر ہوتا ہے مگر یہ کہ تم جو کہو پہلے اس پر خود عمل کرو پھر لوگوں کو نصیحت کرو لہٰذا تم اس بات پر غور کرلو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہی گئی تھی: اے ابن مریم! اپنے نفس کو نصیحت کرو اگر وہ نصیحت قبول کرلے تو پھر دوسرے لوگوں کو نصیحت کرنا ورنہ اپنے پروردگار سے حیاء کرنا، اور اگر بالفرض تم اس مرض کا شکار ہو (کہ دوسروں کو نصیحت کرو اور خود اس پر عمل نہ کرو) تو مندرجہ ذیل دو باتوں سے بچنا:

پہلی بات: بات کرنے اور عبارت اور اشارہ کرنے میں تکلف کرنے سے بچنا (یعنی اپنے وعظ میں عمدہ عمدہ الفاظ بتکلف ڈھونڈ ڈھونڈ کر استعمال کرنے سے بچنا) اور اشعار وقصائد پڑھنے سے احتراز کرنا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تکلف اختیار کرنے والوں کو ناپسند فرماتے ہیں اور کسی شخص کا حد سے تجاوز کرکے تکلف میں پڑنا اس کے باطن کے خراب ہونے اور دل کے غافل ہونے پر دلالت کرتا ہے، لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان آخرت کی آگ کو یاد کرے اور خالق کے احکامات بجالانے میں جو کوتاہی کی ہے اسے ملحوظ خاطر رکھے اور اپنی گزری ہوئی اس عمر کو یاد رکھے جسے اس نے لایعنی اور لغویات میں ضائع کردیا اور آئندہ آنے والے سخت مقامات اور گھاٹیوں کو یاد

رکھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خاتمہ خراب ہو ایمان پر خاتمہ نہ ہو اور یہ ذہن میں رکھے کہ ملک الموت جب روح قبض کرنے آئے گا تو اس وقت کیا حال ہوگا اور یہ کہ کیا وہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دے سکے گا؟ اور یہ کہ قیامت کے روز اس کا کیا حال ہوگا؟ میدان حشر مین کیا ہوگا؟ اور کیا صحیح سالم رہ کر پل صراط کو پار کر سکے گا یا یہ کہ جہنم میں گر جائے گا، اور ان چیزوں کا اپنے دل میں دھیان رکھے اور یہ خیال اسے آرام سے نہ بیٹھنے دے، دوزخ کی آگ کے بھڑکنے اور ان (آخرت میں پیش آنے والے) مصائب وآفات پر رونے دھونے اور ان کی فکر کرنے کو وعظ ونصیحت کہا جاتا ہے اور مخلوق کو ان چیزوں سے باخبر کرنے اور انہیں ان کی کوتاہیوں، بے اعتدالی، اور زیادتی کی اطلاع دینے اور انہیں ان کے عیوب پر مطلع کرنے کو وعظ ونصیحت کہتے ہیں تا کہ مجلس کے شرکاء اس آگ کی حرارت کو محسوس کرلیں اور یہ پیش آنے والے مصائب انہیں اس بات پر مجبور کردیں کہ وہ جزَع فزَع کریں (یعنی ڈریں اور روئیں دھوئیں) اور گزری ہوئی عمر کا حسب طاقت تدارک کریں اور جو ایام اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے بغیر گزرے ہیں ان پر حسرت وافسوس کریں۔

اس طرح کے کلام اور تقریر کو وعظ کہا جاتا ہے جیسے کہ اگر آپ یہ دیکھیں کہ سیلاب کسی کے گھر پر چڑھ کر آ گیا ہے اور اس گھر والے اس میں موجود ہیں تو آپ اس سے کہیں گے کہ بھائی ہوشیار ہو جاؤ، احتیاط کرلو، سیلاب سے بچنے کی فوراً کوشش کرلو، کیا ایسے موقع پر آپ کا دل یہ چاہے گا کہ آپ گھر والے کو اس حادثہ کی اطلاع بڑی مقفّٰی عبارت (اشعار وقصائد) اور نکتوں اور اشاروں (اور ذو معنٰی الفاظ) کے ذریعہ دیں؟ ہرگز نہیں آپ کا دل ایسا ہرگز نہیں چاہے گا اسی طرح واعظ کی حالت ہوتی ہے اسے اس سے بچنا چاہیے۔

دوسری بات: یہ ہے کہ وعظ کے موقع پر آپ کی کوشش یہ نہ ہو کہ لوگ آپ کی مجلس میں جوق در جوق آئیں اور ان پر وجد طاری ہو اور کپڑے پھاڑیں تا کہ یہ کہا جائے کہ یہ بڑی اثر انگیز مجلس تھی اس لیے کہ یہ دنیا کی طرف مائل ہونے کی علامت ہے جو غفلت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے بلکہ آپ کا عزم اور ارادہ یہ ہونا چاہیے کہ آپ لوگوں کو دنیا سے نکال

کر آخرت کی طرف بلائیں اور معصیت و نافرمانی سے طاعت و فرمانبرداری کی طرف دعوت دیں اور حرص سے زہد کی طرف اور بخل سے سخاوت کی طرف آنے کی دعوت دیں اور دنیا اور نفس و شیطان کے دھوکہ سے خدا کے خوف کی طرف لائیں۔

آپ، لوگوں میں آخرت کی محبت اور دنیا کا بغض پیدا کریں اور انہیں عبادت اور دنیا سے بے رغبتی کا درس دیں اس لیے کہ لوگوں کی طبیعت میں شریعت کے نظام سے ہٹنے اور ٹیڑھ پن اور گمراہی اختیار کرنے اور ایسی چیزوں میں منہمک ہونے کا غلبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناخوش کرنے والی ہیں اور برے اخلاق میں لگے رہنے کا شوق ہے اس لیے آپ ان کے دلوں میں خدا کا خوف پیدا کریں اور انہیں آئندہ پیش آنے والے خوفناک واقعات اور ہولناک مناظر سے ڈرائیں۔

ہوسکتا ہے اس کی وجہ سے ان کے باطن کی صفات میں تغیر آجائے اور ان کا ظاہری معاملہ بھی بدل جائے اور وہ طاعتِ خداوندی کے حریص اور شوقین بن جائیں اور نافرمانی سے رک جائیں یہ وعظ و نصیحت کا طریقہ ہے اور جو وعظ ایسا نہ ہو تو وہ اس وعظ کہنے اور اس کے سننے والوں دونوں کے لیے وبال بنے گا بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ ایسا واعظ شیطان اور بھوت ہے جو لوگوں کو راستے سے اچک کر ہلاک کر دیتا ہے لہٰذا لوگوں کو ایسے شخص سے دور بھاگنا چاہیے، اس لیے کہ جو یہ واعظ ان کو ان کے دین کے سلسلہ میں فائدہ پہنچائے گا یہ کام شیطان نہیں کرسکتا اور جس کو طاقت اور اختیار ہو اس پر یہ واجب ہے کہ وہ ایسے آدمی کو وعظ کے منبر سے نیچے اتار دے اور اسے یہ کام کرنے سے روک دے اس لیے کہ یہ بھی اچھی باتوں کا حکم دینے اور بری باتوں سے روکنے میں داخل ہے۔

۳۔ تیسری وہ بات جو چھوڑنا چاہیے وہ یہ ہے کہ آپ حکام و بادشاہوں کے ساتھ میل جول اور اٹھنا بیٹھنا نہ رکھیں اس لیے کہ ان سے میل ملاپ رکھنا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور اختلاط بڑی زبردست مصیبت اور آفت ہے اور اگر آپ اس میں مبتلا ہو جائیں تو آپ ان کی تعریف اور مدح سرائی نہ کریں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فاسق اور ظالم کی تعریف سے ناراض ہوتے ہیں اور جو ان کے دیر تک رہنے کی دعا کرتا ہے وہ گویا یہ پسند کرتا ہے کہ

سرزمین پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جاتی رہے۔

۴۔ جو چیزیں چھوڑنا چاہئیں ان میں سے چوتھی یہ ہے کہ آپ حکام کے ھدایا اور عطیات ہرگز قبول نہ کریں خواہ آپ کو یہ کیوں نہ معلوم ہو کہ وہ حلال پیسے کے ہیں، اس لیے کہ طمع اور لالچ دین کو خراب کر دیتی ہے اور لالچ مداہنت اور ان کے سلسلہ میں رعایت کرنے اور ان کے ظلم پر ان کی موافقت کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور یہ سب چیزیں دین میں فساد پیدا کرتی ہیں اور اس کا سب سے کم ضرر یہ ہے کہ آپ نے اگر ان کے عطیات وھدایا کو قبول کر لیا اور ان کی دنیاوی چیزوں سے فائدہ اٹھایا تو آپ ان سے محبت کرنے لگیں گے اور جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے تو وہ اس کے عمر کے طویل ہونے اور اس کے باقی رہنے کو طبعًا اپنی ضرورت سمجھ کے پسند کرتا ہے اور ظالم کے باقی رہنے کی محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کے بندوں پر ظلم ہوتا رہے اور روئے زمین پر فساد پھیلے۔

لہٰذا دین، انجام و آخرت کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا چیز نقصان دہ ہوگی، دیکھو تمہیں شیطان بہکا کر دھوکہ نہ دے یا تمہیں لوگوں کا یہ کہنا دھوکہ میں نہ ڈالے کہ تم ان حکام سے روپیہ پیسہ لے کر فقراء و مساکین میں تقسیم کر دو اور یہ دھوکہ نہ دے کہ یہ حکام گناہ اور فسق و فجور میں پیسہ خرچ کرتے ہیں اور تم اس کے بجائے اس پیسہ کو کمزوروں اور غریبوں پر خرچ کرو گے جو ان کے حرام پر خرچ کرنے سے زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ شیطان ملعون نے اس طرح کے خیالات اور وساوس پیدا کر کے بہت سے لوگوں کو ہلاک اور تباہ کر دیا ہے جن کا تذکرہ ہم اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں کر چکے ہیں لہٰذا وہاں مطالعہ کر لیجیے گا۔

وہ چار چیزیں جنہیں آپ کو کرنا چاہیے وہ یہ ہیں:

۱۔ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح معاملہ کرو کہ اگر وہ معاملہ تمہارے ساتھ تمہارا غلام کرتا تو تم اس پر اس سے خوش ہوتے اور اس کی وجہ سے تمہارا دل اس سے تنگ نہ ہوتا اور نہ تم اس سے ناراض ہوتے، اور جس چیز کو تم اپنے اس مجازی غلام کی طرف سے اپنے لیے پسند نہیں کرتے اسے اللہ تعالیٰ کے لیے بھی پسند نہ کرو اس لیے کہ وہ تمہارا حقیقی مالک اور آقا ہے۔

۲۔ تم جب لوگوں کے ساتھ کوئی معاملہ کرو تو ایسا کرو جو تم لوگوں سے اپنے لیے پسند کرتے ہو اس لیے کہ کسی بندے کا ایمان اس وقت تک کامل و مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ تمام لوگوں کے لیے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

۳۔ تم جب علم پڑھو یا اس کا مطالعہ کرو تو تمہارا علم ایسا ہونا چاہیے جو تمہارے دل کی اصلاح کرے تمہارے نفس کا تزکیہ کرے بالکل اس طرح جیسے اگر تمہیں یہ معلوم ہو کہ تمہاری زندگی کا صرف ایک ہفتہ باقی ہے تو پھر لازمی طور سے اس عرصہ میں تم نہ علم فقہ میں مشغول ہو گے نہ علم اخلاق، اصول اور علم کلام وغیرہ میں اس لیے کہ تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ علوم تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے بلکہ ان کے بجائے تم دل کی حالت درست کرنے اور نفس کے اندر اچھے اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کرو گے اور دنیاوی تعلقات اور اشیاء سے اعراض کرو گے اور اپنے نفس کا مذموم اخلاق سے تزکیہ کرو گے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اس کی عبادت اور اچھے اوصاف سے متصف ہونے کی کوشش میں لگو گے اور یہ یاد رکھو کہ بندے پر کوئی دن یا رات ایسی نہیں گزرتی جس میں اس کی موت کا آنا ممکن نہ ہو۔

بیٹا! تم ایک بات اور بڑے غور سے سنو اور اس پر خوب غور کرو تمہیں اس میں جان چھڑانے اور خلاصی کا راستہ ملے گا، دیکھو اگر تمہیں یہ اطلاع مل جائے کہ ایک ہفتہ کے بعد بادشاہ تمہیں اپنا وزیر منتخب کر لے گا تو یقیناً تم اس مدت میں پوری کوشش کرو گے کہ ان چیزوں کی اصلاح کی جائے جن پر بادشاہ کی نظر پڑتی ہے، مثلاً کپڑے، جسم، گھر اور اس کا اسباب و سامان وغیرہ اب تم اس چیز پر غور کرو جس کی جانب میں نے اشارہ کیا ہے اس لیے کہ تم بڑے سمجھدار ہو اور تمہارے لیے بات کا سننا کافی ہے۔ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور شکلوں کو نہیں دیکھتے بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتے ہیں۔ (لہذا جب تمہیں پتہ ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے دربار میں بلانے والے ہیں اور وہاں تمہیں یا تو انعامات و خلعتیں ملیں گی یا عذاب ہوگا، جیسا کیا ہوگا ویسا بھرنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی نظر دلوں اور نیتوں پر ہوتی ہے تو اب تم خود غور کرو کہ تمہیں کیا چیز درست کرنی چاہیے......؟!)

اور اگر تم دل کے حالات کا علم جاننا چاہو تو ہماری تالیفات احیاء العلوم وغیرہ دیکھ لو، اس علم کا حاصل کرنا فرض عین ہے اور اس کے علاوہ جو علم ہے وہ فرض کفایہ مگر (اس کے علاوہ امور کا) اتنا علم جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ادا کیا جائے (وہ بھی فرض عین ہے) اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے حاصل کرنے کی توفیق دے گا۔

۴۔ تم دنیا سے اس سے زیادہ ہرگز جمع نہ کرنا جو تمہارے لیے ایک سال کے لیے کافی ہو جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج مطہرات کے لیے دیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی دعاء میں) ارشاد فرمایا کہ اے اللہ! آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روزی اتنی مقرر کردے جو ان کے لیے بقدر ضرورت ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر زوجہ مطہرہ کے لیے ایک سال کا غلہ وغیرہ کا بندوبست نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ صرف ان (ازواج مطہرات) کے لیے ایسا کرتے تھے جن کے بارے میں اس سلسلے میں کمزوری کا احساس ہو لیکن جو مضبوط یقین والی تھیں ان کے لیے آپ ڈیڑھ دن سے زیادہ کی روزی کا بندوبست نہیں فرمایا کرتے تھے۔

(تشریح) آپ نے یہ آٹھ باتیں پڑھ لیں انہیں بار بار پڑھئے سمجھنے کی کوشش کیجیے اور ان پر اچھی طرح عمل کیجیے ان شاء اللہ دنیا اور آخرت کی کامیابی آپ کے قدم چومے گی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کی نظروں میں باعزت ہوں گے اور شیطان اور نفس کے پھندے میں پھنسنے سے بچیں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں سب کو ان کے سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بائیسویں نصیحت

بیٹا! میں نے اس کتابچہ میں تمہاری درخواست اور مطلوبہ چیزوں کو لکھ دیا ہے لہٰذا تمہیں ان پر عمل کرنا چاہیے اور مجھے بھلانا مت، میرے لیے دعائیں کرنا، اور تم نے مجھ سے جن دعاؤں کا سوال کیا ہے وہ دعائیں احادیث کی صحیح کتابون میں سے تلاش کرلو اور درج ذیل دعا ہر وقت پڑھا کرو خاص کر فرض نمازوں کے بعد ضرور پڑھنا جو یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ مِنَ النِّعْمَةِ تَمَامَهَا، وَمِنَ الْعِصْمَةِ دَوَامَهَا، وَمِنَ الرَّحْمَةِ شُمُوْلَهَا، وَمِنَ الْعَافِيَةِ حُصُوْلَهَا، وَمِنَ الْعَيْشِ اَرْغَدَهٗ، وَمِنَ الْعُمُرِ اَسْعَدَهٗ، وَمِنَ الْاِحْسَانِ اَتَمَّهٗ، وَمِنَ الْاِنْعَامِ اَعَمَّهٗ، وَمِنَ الْفَضْلِ اَعْذَبَهٗ، وَمِنَ اللُّطْفِ اَقْرَبَهٗ.

☆……☆……☆

اَللّٰهُمَّ كُنْ لَنَا وَلَا تَكُنْ عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ اخْتِمْ بِالسَّعَادَةِ اٰجَالَنَا، وَحَقِّقْ بِالزِّيَادَةِ اٰمَالَنَا، وَاقْرُنْ بِالْعَافِيَةِ غُدُوَّنَا وَاٰصَالَنَا، وَاجْعَلْ اِلٰی رَحْمَتِکَ مَصِيْرَنَا وَمَاٰلَنَا، وَاصْبُبْ سِجَالَ عَفْوِکَ عَلٰی ذُنُوْبِنَا، وَمُنَّ عَلَيْنَا بِاِصْلَاحِ عُيُوْبِنَا، وَاجْعَلِ التَّقْوٰی زَادَنَا، وَفِیْ دِيْنِکَ اجْتِهَادَنَا، وَعَلَيْکَ تَوَكُّلَنَا وَاعْتِمَادَنَا.

☆……☆……☆

اے اللہ میں آپ سے کامل مکمل نعمت کا سوال کرتا ہوں، اور ہمیشہ رہنے والی عصمت، اور شامل حال رہنے والی رحمت، اور حاصل رہنے والی عافیت، اور خوشحال ترین اور خوب آسودگی والی دنیاوی زندگی، اور خوش بخت ترین عمر، اور کامل و مکمل ترین احسان، اور سب سے زیادہ شامل حال رہنے والا انعام، اور بہت زیادہ مسرور کن فضل و کرم، اور ایسی مہربانی جو قریب ترین ہو۔

☆……☆……☆

اے اللہ آپ ہمارے بن جایئے، ہمارے مخالف نہ بنئے گا، اے اللہ ہماری زندگی کو سعادت پر ختم فرمایئے، اور ہماری آرزوئیں مزید اضافہ کے ساتھ پوری کردیجیے، اور ہماری صبح و شام کو عافیت کے ساتھ ملا دیجیے، اور ہمارے مآل اور انجام کا منتہی اپنی رحمت کو بنا دیجیے (یعنی آپ کی رحمت کی ہی طرف ہمارے کاموں کا انجام و اختتام ہو)، اور ہمارے گناہوں پر اپنے عفو و درگزر کا ڈول بہا دیجیے، اور ہمارے عیوب کی اصلاح کر کے ہم پر احسان فرمایئے، اور تقویٰ کو ہمارا توشہ بنا دیجیے، اور آپ کے دین کے سلسلے میں ہماری ساری کوشش ہو، اور ہم آپ پر ہی اعتماد اور بھروسہ کریں۔

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلٰى نَهْجِ الْاِسْتِقَامَةِ، وَأَعِذْنَا فِىْ الدُّنْيَا مِنْ مُّوْجِبَاتِ النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَخَفِّفْ عَنَّا ثِقْلَ الْاَوْزَارِ، وَارْزُقْنَا عِيْشَةَ الْاَبْرَارِ، وَاكْفِنَا وَاصْرِفْ عَنَّا شَرَّ الْاَشْرَارِ، وَأَعْتِقْ رِقَابَنَا وَرِقَابَ اٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَإِخْوَانِنَا وَاَخَوَاتِنَا مِنَ النَّارِ، بِرَحْمَتِکَ يَاعَزِيْزُ يَاغَفَّارُ، يَاكَرِيْمُ يَاسَتَّارُ، يَاعَلِيْمُ يَاجَبَّارُ، يَااللّٰهُ يَااللّٰهُ يَااللّٰهُ بِرَحْمَتِکَ يَااَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، وَيَا اَوَّلَ الْاَوَّلِيْنَ، وَيَااٰخِرَ الْاٰخِرِيْنَ، وَيَاذَاالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ، وَيَارَاحِمَ الْمَسَاكِيْنَ، وَيَااَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

اے اللہ ہمیں استقامت کے راستہ پر ثابت قدم رکھئے، اور ہمیں دنیا میں ایسے کاموں سے بچائیے جو قیامت کے روز ندامت کا ذریعہ بنیں، اور ہم سے گناہوں کا بوجھ ہلکا کر دیجیے، اور ہمیں نیکوں کی سی زندگی عطا کر دیجیے، اور آپ ہمارے لیے کافی ہو جائیے اور ہم سے بروں کے شر کو پھیر دیجیے، اور ہماری اور ہمارے آباء واجداد اور ہماری ماؤں، بھائیوں اور بہنوں کی گردنوں کو جہنم سے آزاد کر دیجیے، اپنی رحمت سے اے عزیز اے غفار اے کریم اے ستار اے علیم اے جبار اے اللہ اے اللہ اے اللہ......! محض اپنی رحمت سے، اے ارحم الراحمین اور اے سب سے پہلے اور اے سب کے آخر میں باقی رہنے والے، اور اے مضبوط قوت والے اور اے مساکین پر رحم کرنے والے اور اے ارحم الراحمین، نہیں ہے کوئی معبود سوائے آپ کے، آپ پاک ہیں بے شک میں ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔

وصلى الله علىٰ سيدنا محمد واٰله وصحبه اجمعين والحمدلله رب العالمين.